ایک روشن ستارہ جو خاموشی سے ڈوب گیا!!

محمد سعید استاد ابن سینا کالج
فاضل جامعہ لاہور الاسلامیہ

پروفیسر ریاض الحسن نوریؒ

مشیر وفاقی شرعی عدالت وریسرچ سکالر رابطہ عالم اسلامی، مکہ

استادِ محترم جناب پروفیسر ریاض الحسن نوری صاحب (مشیر وفاقی شرعی عدالت وریسرچ سکالر رابطہ عالم اسلامی) کے بارے میں تعریفی کلمات کہنا چھوٹا منہ اور بڑی بات کے مترادف ہے۔ کیونکہ کسی شخصیت کے اعترافِ عظمت کے لئے خود باعظمت ہونا ضروری ہے۔ بہرحال میں سطورِ ذیل میں اپنی شاگردی کا معمولی حق ادا کرنے کے لئے ان کی عظیم شخصیت کا تعارف اپنی علمی بساط کی حد تک کروانے پر فخر محسوس کرتا ہوں، امید ہے کہ ان کی زندگی کا مختصر خاکہ علم دوست حضرات کے لئے فائدہ بخش ثابت ہوگا۔ اُن کی مجسمہ تڑپ شخصیت، علمی وفنی کام کی شکل میں اپنا تعارف آپ ہے تاہم قارئین کو ان کے حالات سے باخبر کرنا میرا فرض ہے۔

جناب پروفیسر ریاض الحسن نوری صاحب بنیادی طور پر ایک ماہر فارمسسٹ تھے لیکن اس شعبے میں قلیل عرصہ کام کرنے کے بعد انہوں نے اسلام کے فکری موضوعات پر تحقیقی کام کا آغاز کردیا۔ وقت گزرنے اور ذوق نکھرنے کے ساتھ ساتھ اُن کی تحقیق کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا گیا تا آنکہ انہوں نے اپنی خداداد بصیرت کی بدولت قرآنِ حکیم اور سائنس کو اپنی تحقیق کا موضوعِ خاص بنالیا۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ اس میدان میں اُن کا مقام ومرتبہ منفرد اور ممتاز ہے۔ وہ ممتاز عالم دین ہیں جو آیاتِ قرآنی سے سائنسی حقائق مستنبط کرتے ہیں اور بڑے وثوق وایقان سے دنیا بھر کے دانشور طبقے کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ ہم ان کی ۸۰ سالہ حیات وخدمات کا احاطہ تو ہم ہرگز نہیں کرسکتے بہرحال کچھ ادنیٰ سی کوشش بروئے کار لاکر قارئین کو ان کی محنتوں اور بلند عزائم سے آگاہ کئے دیتے ہیں۔

ابتدائی حالات

آپ ۱۹۲۸ء میں ہندوستان کے شہر ضلع سہارن پور میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم یہیں سے

www.KitaboSunnat.com

حاصل کی بعد ازاں آپ اپنے والد (ضیاء الحسن بن نور الحسن قریشی جو کہ سنٹرل گورنمنٹ آف انڈیا کے محکمہ ٹیلیفون میں انجینئر تھے) کے ساتھ ساتھ ملک کے دور دراز علاقوں زیادہ تر صوبہ سرحد کے علاقے میران شاہ اور بنوں میں رہے۔ اس کے علاوہ لاہور، کراچی، شملہ اور ڈیرہ دُون میں بھی سکونت پذیر رہے، تعلیم کا سلسلہ بھی ساتھ ساتھ جاری رہا، پنجاب بورڈ سے میٹرک اعلیٰ نمبروں سے پاس کیا۔ بعد میں گورنمنٹ کالج لاہور سے ایف ایس سی اور بعد میں اسلامیہ کالج ریلوے روڈ سے بی ایس سی انجینئرنگ کا امتحان پاس کیا۔ پھر ایم ایس سی فارمیسی کرنے علی گڑھ چلے گئے۔ مگر بعض ناگزیر وجوہات کی بنا پر یونیورسٹی کی تعلیم مکمل نہ کرسکے۔

آپ بہن بھائیوں میں سب سے بڑے تھے۔ بچپن میں چھوٹے بہن بھائیوں کے ساتھ رویہ کیسا تھا؟ یہ جاننے کے لئے ہم نے اُن کے چھوٹے بھائی جناب عین الحسن قریشی صاحب (جو ورلڈ بینک کے پروجیکٹ ایڈوائزر ہیں) سے دریافت کیا تو اُنہوں نے بتایا:

''بھائی جان کا ہمارے ساتھ رویہ بہت شگفتہ اور پیار بھرا ہوتا تھا، شاید اس کی وجہ ہماری والدہ محترمہ کا کم عمری میں ہم سے بچھڑنا تھا، چنانچہ بھائی صاحب نے ہمیں والدہ کے پیار اور شفقت کا سایہ فراہم کیا اور اُنہوں نے ہمیں والدہ کا بچھڑنا زیادہ محسوس ہونے نہیں دیا، ہماری صحت، لباس، خوراک، تعلیم پرورش اور ضروریات کا خیال بالکل ماں کی طرح رکھا۔ شروع سے گھر کا ماحول خاصا مذہبی، تعلیمی اور اخلاقی تھا جس کو بھائی جان نے باحسن انداز آگے بڑھایا۔ یہی وجہ تھی کہ ہم سب ان کا بہت احترام اور دل میں مقام رکھتے تھے۔''

آپ اپنے دادا نور الحسن مرحوم کی نسبت سے نوری کہلاتے تھے۔ ۱۹۶۵ء میں ان کی شادی 'مدرسۃ البنات' لیک روڈ میں عربی کی پروفیسر محترمہ خورشید النساء سے انجام پائی اور یہ رشتہ مولانا عبید الحق ندوی صاحب کی کوششوں سے طے پایا۔

تحریکِ پاکستان میں کردار

وہ خود فرمایا کرتے تھے کہ میرے اِردگرد خصوصاً لاہور میں قائداعظمؒ کا کوئی جلسہ، جلوس، پروگرام یا ریلی ایسی نہیں ہوتی تھی جس میں، میں بھرپور طریقے سے شریک نہ ہوتا تھا۔ میں باقاعدہ طور پر ۱۹۴۰ء میں مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن MSF میں شامل ہوا، اس وقت گورنمنٹ

© rasailojaraid.com

کالج لاہور میں پڑھتا تھا، جس اجلاس میں قراردادِ پاکستان منظور ہوئی تھی، میں بھی اس میں شریک تھا۔ جب وہ تحریکِ آزادی کے موضوع پر بات کرتے تو آج بھی اُن کا جذبہ جواں نظر آتا تھا اور ان کی 'مجاہدانہ' سوچ کھل کر سامنے آجاتی تھی کہ وہ کس قدر اُمتِ مسلمہ خصوصاً پاکستان کے لئے تڑپ رکھتے تھے۔ تحریکِ پاکستان کے علاوہ ایسی اور بھی تحریکوں میں حصہ لیا جو مسلمانوں کی آزادی کے لئے کام کررہی تھیں جیسے سرحد کی 'فریڈم موومنٹ' وغیرہ۔

قیامِ پاکستان کے بعد لاہور میں لکشمی چوک کی گیتا بھون بلڈنگ میں رہائش ملی بعد ازاں باقی بہن بھائی تو گلبرگ اور ڈیفنس میں منتقل ہوگئے مگر اُن کو پرانی رہائش گاہ چھوڑنے کی ہمت نہ ہوئی اور آخر وقت تک اسی جگہ کو عزیزِ جان بنائے رکھا۔

ملازمت

اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے بعد فارماسیوٹیکل کی مختلف کمپنیوں میں ملازمت کے مواقع ملے۔ سب سے پہلے لاہور کی پاپولر کیمیکل ورکس میں، پھر وائتھ (Wyth) میں فارماسسٹ انچارج بنے اور بعد میں کراچی کی Chas Mendoza Company میں بطور سینئر فارماسسٹ رہے مگر 'جرمِ ایمانداری' کی وجہ سے ملازمت برقرار نہ رہ سکی اور اچھی خاصی تنخواہ کو خدا حافظ کہا اور گھر لوٹ آئے۔ کمپنیوں کی معاونت و مشاورت بعد میں بھی جاری رہی، جب بھی کوئی کمپنی یا شخص اُن سے کوئی کلیہ یا فارمولا پوچھتا تو بلا معاوضہ اُسکی رہنمائی فرماتے۔

فارمیسی کی دُنیا سے قرآن اور سائنس تک!

اللہ تعالیٰ نے اُمتِ مسلمہ کو ایک سے ایک بڑھ کر عالم سے نوازا ہے اور ویسے بھی وہ جس سے اپنے دین کے لئے کام لینا چاہے، اسے منتخب کرلیتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے نوری صاحب سے بھی کچھ ایسا ہی کام لینا چاہا تو ان کا سینہ اس بات کے لئے کھول دیا کہ اس وقت عالم اسلام کو ایسے سکالر کی ضرورت ہے جو دُنیا کے سامنے یہ بات مدلل انداز میں بیان کرے کہ وہ باتیں جو آج سائنس نہایت عرق ریزی سے لیکن اُدھورے مفروضات کی شکل میں سامنے لارہی ہے، یہ باتیں اللہ تعالیٰ نے آج سے چودہ سو سال پہلے وحی کے ذریعے اپنے نبی

© rasailojaraid.com

محمد مصطفیٰ ﷺ تک پہنچا دی تھیں۔ چنانچہ یہی مشن ، یہی جذبہ اور ماٹو لے کر انہوں نے اپنے کام کا آغاز کیا اور مرتے دم تک قرآن و حدیث کی صداقت ثابت کرنے کے لئے اپنی بھرپور کوشش کرتے رہے۔ان کی خدمات اور قابلیت کے پیچھے یہی ایک جذبہ کارفرما تھا کہ سائنس نہیں بلکہ پہلے قرآن ہے۔اور صحیح سائنس کو آخر کار وحی الٰہی کی تصدیق کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ چنانچہ وفات سے چند ماہ قبل ماہنامہ محدث میں بھی ان کا مضمون اسی موضوع پر شائع ہوا۔

(دیکھیں ماہنامہ محدث لاہور، ستمبر ۲۰۰۳ء)

کتابیں جمع کرنے کا شوق

سرحد میں قیام کے دوران ہی کتابیں جمع کرنا اور لوگوں کو اپنی لائبریری میں بلانا اور اُنہیں تعلیم دینا ایک محبوب مشغلہ تھا جو وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ بڑھتا رہا۔ بالآخر زندگی ختم ہونے کو آئی مگر اختتامِ شوق کا دور دور تک نام ونشان نہ تھا، جن دنوں میں اُن کی خدمت میں حاضر ہونے لگا، اُن کے پاس ایک سوزوکی پک اَپ بطورِ ذاتی سواری موجود تھی جو بعدازاں انہوں نے فروخت کردی۔ میں نے عرض کیا کہ ''سر! آپ اس رقم سے عمرہ ادا کرآئیں۔'' تو کہا کہ ''عمرہ بھی ان شاء اللہ کرنے کا ارادہ ہے مگر **المکتبة العلمیة** والوں کے پاس کچھ نئی کتابیں آئی ہیں اگر وہ کسی اور نے لے لیں تو ہم رہ جائیں گے۔بس گئے اور 'الماوردی' کی 'الاحکام' سمیت بہت سی قیمتی کتابیں اُٹھا لائے۔اُن کے کتابیں جمع کرنے کے شوق کے متعلق چوہدری عبدالرحمن ایڈووکیٹ ہمیں بتاتے ہیں :

> ''کتابیں جمع کرنا تو اُن کا مشغلہ اور مقصدِ حیات تھا، اُن کی جائیداد علم اور کتابیں تھیں۔ وہ فٹ پاتھ سے بھی قیمتی ہیرے تلاش کرلیتے تھے۔ رقم پاس نہ ہونے کے باوجود وہ یہاں تک کتاب کو اپنے قبضہ میں کرلینا چاہتے تھے کہ مثلاً پانچ روپے کی کتاب لینے کے لئے ہزار روپے کی گھڑی اُتار کر گروی رکھوا دیتے کہ میں پانچ روپے لے آؤں گا تو گھڑی لے جاؤں گا۔ بس، کتاب مجھے دے دو یعنی وہ کتاب کو ہر قیمت پر حاصل کرنا چاہتے تھے۔ وہ ایک مخلص کتاب دوست تھے جو قرآنی معجزات کو سائنس پر ہر لحاظ سے برتر ثابت کرنے کی لگن رکھتے تھے۔موضوع کی مناسبت سے دلائل اکٹھے کرنے اور حوالہ جات کے انبار لگا دینے میں اپنا ثانی

www.KitaboSunnat.com

نہیں رکھتے تھے...... اب ہم اُن کی جدائی پر بہت غمزدہ اورفکر مند ہیں ۔''

عربی زبان وعلوم سے وابستگی

جب یہ نکتہ سمجھ آیا کہ رزق کا مالک اللہ ہے اور اس وقت اسلام کی جو بھی خدمت کی جاسکے کی جائے، تو اچھی خاصی تنخواہ اور پرسہولت زندگی کو لات ماری اور حصولِ علم دین کی طرف راغب ہوئے۔ دراصل یہ بچپن کی تربیت تھی جس کا اظہار انہوں نے عملی زندگی میں آکر اپنے قوی عزم وارادہ سے کیا۔ چنانچہ علومِ دینیہ کے حصول کے لئے رختِ سفر باندھا۔ ۱۹۶۰ء کے لگ بھگ وہ بنیادی قواعد وگرامر سیکھنے کے لئے پہلے مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مزید استفادہ کے لئے مولانا عبیدالحق ندوی صاحب کے پاس بھی حاضر ہوتے۔ ان کی ابتدائی تعلیم دین کے حصول کے لئے ہم نے مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی کے صاحبزادے اور 'مکتبہ سلفیہ' و'الاعتصام' کے مدیر جناب حافظ احمد شاکر صاحب سے رابطہ کیا تو اُنہوں نے ہماری رہنمائی فرمائی:

''جب سے ہم نے ہوش سنبھالا، ہم نے نوری صاحب کو علم اور علم کی باتوں میں مشغول پایا وہ شروع سے ہی مولانا کے پاس آتے تھے اور عربی زبان سیکھتے۔ حدیث معلوم کرنے کا طریقہ، اسماء الرجال کی بحث، تحقیق وتنقید کا طریقہ معلوم کرنے میں لگے رہتے تھے۔ والد گرامی کے ساتھ شاید مولوی محمد شفیع اور مولوی شمس الدین ناشرانِ کتب کے توسط سے ان کا رابطہ ہوا۔ وہ ہر وقت اچھی سے اچھی کتب کی کھوج میں رہتے اور اُسے خرید کر ہی دم لیتے۔ وہ بہت جلد عربی زبان، تفہیم عبارت اور اسماء الرجال کی بحث و جرح میں پختہ ہوگئے، حدیث نبوی «شفاء العي السؤال» کے مطابق وہ مولانا سے ہر مسئلے میں کھل کر بات چیت کرتے اور اپنی تسلی کرتے۔ ان کی تحریر نصوصِ صریحہ پر مشتمل ہوتی تھی۔''

وفاقی شرعی عدالت کی مشاورت اور تقرری

ایک بار وفاقی شرعی عدالت میں گھڑ دوڑ کے خلاف ایک رٹ دائر کی گئی جس کی پیروی حکومت کررہی تھی۔ ہارس ریس کے حق میں ایک بہت معروف وکیل اے کے بروہی دلائل پیش کررہے تھے جس کی مخالفت کرنا آسان کام نہ تھا۔ چنانچہ پینل نے ریاض الحسن نوری

© rasailojaraid.com

صاحب کو پیش ہونے کو کہا۔ نوری صاحب تیار ہوئے اور کورٹ میں اپنے دلائل اور حوالہ جات یوں پیش کیے کہ اے کے بروہی بوکھلا اٹھے اور لاجواب نظر آنے لگے۔ اس وقت کے شریعت کورٹ کے چیف جسٹس گل محمد صاحب نوری مرحوم کے علمی ، عقلی اور سائنسی دلائل سے بہت متاثر ہوئے۔ فیصلہ پینل کے حق میں ہوا اور ریاض الحسن نوری صاحب کو لائف ٹائم Jurist Consultant مقرر کرلیا گیا اور انہیں باقاعدہ تعریفی خط لکھا گیا۔

◉ پھر سپریم کورٹ میں سود کے خلاف ایک رٹ دائر کی گئی جس کی پیروی جماعتِ اسلامی کا مقرر کیا ہوا ایک پینل کر رہا تھا جس کے سربراہ جناب محمد اسماعیل قریشی صاحب تھے اس میں ریاض الحسن نوری صاحب بطور ماہر شریعت وفقہ موجود تھے ۔ اس کی تفصیلات جناب محمد اسمٰعیل قریشی کی زبانی سنیے :

"جب ہم نے سپریم کورٹ میں پیش ہونا تھا، ریاض الحسن نوری صاحب کی طبیعت بہت ناساز تھی مگر اس کے باوجود وہ ہم سے پیچھے نہ رہے اور اپنی قیمتی کتابوں کے ساتھ وہ سپریم کورٹ میں حاضر ہوئے اور اپنے علمی وفنی دلائل سے ہمارے بلکہ اسلامی موقف کو استحکام بخشا جس سے فیصلہ ہمارے حق میں ہوا مگر حکومت کے بعض تاخیری اور لایعنی بہانوں کی بنا پر لاگو نہیں ہوسکا۔ اس کے علاوہ نوری صاحب قانونِ تحفظِ ناموسِ رسالت، عورت کی دیت، بھٹے والوں کا کیس اور حدود آرڈیننس کے علاوہ بھی بہت سارے مقدمات میں عدالت کی معاونت کرتے رہے۔

وہ ایک بہت اچھے انسان اور ملنسار مزاج رکھتے تھے۔ ان کے پاس تفسیر، حدیث، فقہ، فلسفہ، عقائد، الٰہیات اور قرآن وسائنس پر کتب کا نایاب ذخیرہ موجود تھا، اُنہیں کتابوں سے بہت محبت تھی۔ وہ عام طور پر کسی کو کتاب نہیں دیتے تھے مگر جب بھی ہمیں ضرورت پڑی تو ان کی لائبریری ہمارے لئے حاضر ہوتی تھی۔ وہ ہماری شریعت کونسل کے بھی ممبر تھے اور رابطہ عالم اسلامی سے بھی وابستہ رہے۔ ادارۂ محدث کی سرپرست 'اسلامک ریسرچ کونسل' میں آپ بطورِ رکن رکین باقاعدگی سے شرکت کرتے ، اور اپنی علمی تحقیق سے نوازتے۔ اسی طرح نیپا NIPA میں بھی انہیں لیکچرز کے لئے بلایا جاتا تھا۔ جب بھی کوئی ایشو کھڑا کیا گیا، وہ اُس پر چونکے اور ان کا قلم حرکت میں آیا۔ ان کی نظر ماشاء اللہ قدیم وجدید ہر مسئلہ پر ہوتی تھی۔ انہیں کتابیں

© rasailojaraid.com

جمع کرنے کا جنون کی حد تک شوق تھا۔ جنرل محمد ضیاء الحق کے زمانے میں جب وفاقی شرعی عدالت کا قیام عمل میں آیا تو ہم نے ان کا نام بطورِ جج پیش کیا مگر حکومت کی Good Book میں نہ ہونے کی بنا پر اُنہیں نہ لیا گیا۔''

لاہور ہائی کورٹ کا ایک مسجد کے انہدام پر تاریخی فیصلہ

یہ واقعہ ہم اُس مقدمہ کے فیصل جناب جسٹس (ر) میاں نذیر اختر صاحب کی زبانی پیش کرتے ہیں:

''علامہ ریاض الحسن نوری صاحب ملک کے ایک قابل قدر اور عظیم سکالر تھے، ان کی وفات اُمتِ مسلمہ کے لئے ناقابل تلافی نقصان ہے، اُنہوں نے اپنی تحریر وتقریر کے ذریعے تبلیغ دین کا فریضہ بطریق احسن انجام دیا۔ علاوہ ازیں انہوں نے بہت سے اہم مقدمات میں فیڈرل شریعت کورٹ اور عدالتِ عالیہ کی رہنمائی فرمائی۔ خصوصاً جب میں بطورِ جج لاہور ہائیکورٹ فرائض انجام دے رہا تھا، اس دوران ضلع کچہری لاہور کی مسجد کے انہدام کے خلاف رٹ پٹیشن نمبر 9487/1992 سماعت کے لئے پیش ہوئی۔ اس مقدمہ میں بعض انتہائی اہم اور پیچیدہ نکات درپیش تھے۔ فریقین اور عدالتی وکلا کی عمدہ بحث کے باوجود بعض نکات پر گہری تحقیق اور مزید وضاحت کی ضرورت تھی جس پر میں نے علامہ ریاض الحسن نوری صاحب کو بطور (Amicus Curioa)...... عدالتی معاون تشریف لانے کی دعوت دی، وہ تشریف لائے اور انہوں نے اپنی علمی استعداد اور فقہی مہارت پر ہمیں حیران کردیا۔ دن رات سخت محنت کرکے حوالے پیش کرتے۔ مزید وضاحت کے لئے میرے چیمبر میں بھی تشریف لاتے اور نہایت ٹھوس اور مستند دلائل مہیا کرتے۔ جن سے مجھے رفتہ رفتہ ان تمام فقہی اور قانونی نکات میں شرحِ صدر نصیب ہوگیا تو اللہ کے فضل وکرم سے اور علامہ نوری صاحب کی محنت شاقہ سے میں ایک صحیح اور راجح فیصلہ کرنے کے قابل ہوا اور میں نے اپنے فیصلے میں بھی اُن کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے لکھا کہ

''میری جانب سے علامہ ریاض الحسن نوری صاحب خصوصی شکریہ کے مستحق ہیں جنہوں نے اپنی ذاتی لائبریری سے عدالت کو بڑی تعداد میں نادر کتب مہیا کیں اور جن کی عالمانہ معاونت کا مقدمہ کو حل کرنے میں بہت بڑا حصہ ہے۔''

© rasailojaraid.com

www.KitaboSunnat.com

وہ اس فیصلہ سے بہت خوش ہوئے اور کہا کہ ''اس فیصلے سے پوری دنیا میں مساجد گرانے کی مذموم سازش دم توڑ جائے گی اور اللہ کے گھروں کو تحفظ ملے گا۔''

وہ ایک وسیع المشرب فقیہ تھے اور کسی مخصوص مسلک کے تنگ ناکے میں بند نہ تھے، ان کی کوشش ہوتی تھی کہ ان کا ہر عمل قرآن و حدیث نبوی کے مطابق ہو۔''

یہ تاریخی فیصلہ واقعتا نوری صاحب کے علم و فضل کا مرہونِ منت ہے۔

مجلس التحقیق الاسلامی کے ساتھ ان کا ساتھ

مجلس التحقیق الاسلامی کے ساتھ ان کا رشتہ بہت پرانا اور مضبوط تھا۔ خاص طور پر ناظم اعلیٰ مجلس التحقیق الاسلامی حضرۃ الاستاذ حافظ عبدالرحمن مدنی صاحب تو ان کے رفقاءِ خاص میں شامل تھے۔ وہ گاہے بگاہے 'محدث' کے لئے اہم اور ضروری موضوعات پر مضمون لکھتے اور مجلس التحقیق الاسلامی کے اہم اجلاسوں میں برابر شرکت بھی فرماتے۔ کچھ عرصہ وہ مجلس کے سیکرٹری کے طور پر بھی کام کرتے رہے۔

جنرل محمد ضیاء الحق مرحوم نے ابتداءً جب چاروں صوبوں کے ہائی کورٹس میں شریعت بنچ قائم کیے تو لاہور ہائی کورٹ میں سپریم کورٹ کے جسٹس (ر) بدیع الزمان کیکاؤس مرحوم نے 'اسلام کے سیاسی نظام' کے بعض اہم پہلو نافذ کرانے کے لیے ایک مقدمہ دائر کر دیا جس میں پاکستان بھر کے ۵۳ ممتاز سکالرز ہائی کورٹ میں پیش ہوئے۔ اس وقت حافظ عبدالرحمن مدنی شریعت بنچ کے خصوصی معاون تھے۔ اس کیس کی سماعت کے موقع پر ثانوی مراجع اور ترجمہ شدہ کتابوں نے جو ابتری مچائی، اس نے 'انسائیکلوپیڈیا آف اسلامک ججمنٹس' تیار کرنے کا ابتدائی خیال مجلس التحقیق الاسلامی کے ذمہ داران کے ذہنوں میں اُجاگر کیا۔ چنانچہ مدنی صاحب کی تجویز پر سب سے پہلے جن دو حضرات نے مشترکہ طور پر اس کام کو شروع کیا وہ جناب ایس ایم ظفر اور جناب ریاض الحسن نوری تھے۔ اگرچہ کچھ عرصہ کے بعد یہ تسلسل قائم نہ رہ سکا تاہم دوبارہ ۱۹۹۵ء میں مجلس التحقیق الاسلامی نے چودہ سو سالہ اسلامی ورثہ پر مشتمل عدالتی فیصلہ جات کا انسائیکلوپیڈیا مرتب کرنے کے منصوبے کا اعلان کیا اور مواد اکٹھا کرنے والی کمیٹی کی سربراہی اور ضروری مواد اکٹھا کرنے کے لیے جس موزوں اور قابل شخصیت کا

حسن انتخاب کیا گیا وہ جناب ریاض الحسن نوری صاحب تھے۔ ان کے ساتھ دیگر حضرات کے علاوہ راقم الحروف اور مولانا محمد اصغر صاحب (لائبریرین مجلس التحقیق الاسلامی) کو بطورِ معاون خاص مقرر کیا گیا۔ شروع شروع میں وہ لکشمی چوک سے روزانہ ماڈل ٹاؤن (دفتر مجلس و محدث) تشریف لاتے اور اپنی ذاتی لائبریری سے کتابیں بھی ساتھ لاتے۔ پھر کمزور طبیعت کی بنا پر روزانہ کا آنا جانا دشوار ہوا تو ناظم اعلیٰ صاحب کی فرمائش پر اُنہوں نے عارضی طور پر مجلس کی تیسری منزل کے فلیٹ میں رہائش اختیار کرلی۔ چند ماہ قیام کے بعد پھر اپنی قدیم رہائش گاہ کی یاد انہیں ستانے لگی۔ چنانچہ وہ واپس اپنے گھر ہی تشریف لے گئے جب کہ ایک عرصہ معاونِ خاص کی حیثیت سے ہم ان کی خدمت میں حاضر ہوتے اور وہاں کام کرتے رہے۔

ان کی خصوصی مہارت مواد جمع کرنے کی تھی لہٰذا وہ اس منصوبہ میں اسی حیثیت سے شریک رہے جب کہ ترتیب وتدوین کے میدان میں وہ زیادہ شرکت نہ کرتے تھے تاہم شعبہ ترتیب وتدوین میں بھی مواد پر نظر ثانی کی ضرورت پیش آتی تھی۔ لہٰذا کونسل کے ریسرچ سکالر شیخ محمد آصف اریب کوئی سال ان کے پاس باقاعدہ بھیجا جاتا رہا جو ان کی رہنمائی میں نہ صرف نظر ثانی کا کام کرتے بلکہ نوری صاحب کی لائبریری کی ترتیب میں بھی ان کا ہاتھ بٹاتے۔

محترم نوری صاحب کا تعلق حافظ عبد الرحمن مدنی سے بہت پرانا تھا۔ مختلف دینی وملکی موضوعات پر آئے روز صبح سویرے فون پر مدنی صاحب سے طویل تبادلہ خیال ان کا معمول تھا۔ ٹیلی فون پر اتنی لمبی گفتگو کرتے ہوئے وہ کسی خرچ کی پروا نہ کرتے تھے۔ ان کی عادت اہم ملکی وقانونی مسائل پر ان کی دلچسپی مظہر تھا۔

دسمبر ۱۹۷۰ء میں محدث کی پہلی اشاعت کے ساتھ ہی آپ کا قلمی تعاون جاری وساری ہوگیا جو تادمِ آخریں قائم رہا۔ محدث کے ۳۵ سالہ عرصہ میں آپ کے بیسیوں قیمتی مضامین ومقالات اس کی زینت بنتے رہے۔ محدث کی ہر ماہ اشاعت کے موقع پر بطورِ خاص مدیر محدث سے رابطہ کرکے تازہ شمارہ پر تبصرہ اور مفید مشوروں کا اظہار کرنا بھی ضروری سمجھتے۔

سائنس سے خصوصی دلچسپی کی بنا پر ادارہ محدث میں قائم 'اسلامک سافٹ ویئرز لائبریری' سے آپ کو بطورِ خاص دلچسپی تھی۔ چنانچہ گاہے بگاہے اس سے استفادہ کرنے اور اس کے

ذریعے تحقیق کے مختلف امکانات کا جائزہ لینے کے لئے آپ تشریف لاتے رہتے۔ اسلامک کمپیوٹنگ کے حوالے کے آپ اس قدر مشتاق تھے کہ اس موضوع پر لاہور میں کوئی بھی پروگرام ہوتا، آپ اس میں شرکت کرتے۔ مدیر محدث (حافظ حسن مدنی) سے آپ کا اس بارے میں اکثر رابطہ رہتا۔ اس دلچسپی کی بنیادی وجہ غالباً یہی تھی کہ کمپیوٹر سی ڈیز میں مراجع بڑی آسانی سے مل جاتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ نوری صاحب مراجع ومصادر کے ہی آدمی تھے۔

ذوقِ تدریس وطریقۂ تدریس

جب میں جامعہ لاہور الاسلامیہ کے فائنل اور پری فائنل ایئر کا طالب علم تھا تو جامعہ کے ادارۂ تعلیم نے 'قرآن اور سائنس' کے موضوع پر جمعرات کو بخاری ومسلم کے پیریڈز کی جگہ ریاض الحسن نوری صاحب کے ہفتہ وار لیکچرز کا اہتمام کیا۔ یقینا یہ اقدام باقی تمام مدارس اور جامعات کے لئے عمدہ نمونہ بھی تھا کہ دینی مدرسہ سے فارغ ہونے والا عالم دین صرف علومِ شرعیہ اور عربیہ کا ماہر نہ ہو بلکہ دورِ حاضر کے جدید مسائل خصوصاً سائنسی نظریات اور قرآنی کمالات کو بخوبی سمجھتا ہو۔ چنانچہ اس بات کا ہم نے مشاہدہ کیا کہ انہیں بھی ہر اچھے استاد کی طرح یہ تڑپ ہوتی تھی کہ میرا تمام علم میرے طلبہ میں منتقل ہوجائے۔ ہم دیکھتے تھے کہ وہ اپنے لیکچر کی بھرپور تیاری کرکے آتے اور باقاعدہ انگریزی رسائل 'نیوز ویک'، ہفت روزہ 'ٹائم' اور خصوصاً برٹنڈرسل و دیگر مغربی مفکرین کے حوالے ڈھونڈ کر لاتے اور ہماری دلچسپی بڑھانے کے لئے اور تدریس کا حق ادا کرنے کے لئے سلائیڈ پروجیکٹر اور اوور ہیڈ پروجیکٹر کا استعمال بھی کرتے، جس سے طلبہ بہت غور اور انہماک سے ان سے فائدہ اٹھاتے۔

ان کے طریقۂ تدریس کی تعریف کچھ ایسے لوگوں نے بھی کی تھی جو غالباً ۱۹۹۵ء میں سوویت یونین کی آزاد کردہ اسلامی ریاستوں سے ٹریننگ کے لئے پاکستان آئے تھے۔ ان ریاستوں میں عدلیہ سے وابستہ ان افراد نے جامعہ لاہور الاسلامیہ اور مجلس التحقیق الاسلامی کے کئی پروگراموں میں شرکت کی۔ یہ وفد 'سنٹرل جیل ٹریننگ سٹاف انسٹیٹیوٹ' کے دورے پر تھا کہ پرنسپل جناب ڈاکٹر عبدالمجید اولکھ صاحب نے ریاض الحسن نوری کو 'اسلامی سزاؤں کے نظام' پر خصوصی لیکچر دینے کے لئے دعوت دی۔ نوری صاحب نے بھرپور انداز میں اسلامی

© rasailojaraid.com

www.KitaboSunnat.com

سزاؤں کا فلسفہ اور طریقہ کار پر روشنی ڈالی جس سے وہ لوگ بہت مستفید اور محظوظ ہوئے۔

تصنیف وتالیف

کون سا ایسا مسئلہ ہوتا تھا جو سامنے آیا نہیں اور اس کے متعلق نوری صاحب کا قلم حرکت میں نہ آ گیا ہو، آپ نے مختلف اہم اور نازک موضوعات پر قلم اُٹھایا اور اپنی مستند اور مدلل تحریر سے بہت جلد اہل علم میں نمایاں مقام بنانے میں کامیاب ہوگئے۔

شروع شروع میں تو انہوں نے دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری کے سہ ماہی 'منہاج' کے لئے لکھا مگر یہ دائرہ محدود نہ رہا بلکہ ملک کے دیگر اہم اور تحقیقی جرائد و رسائل تک پھیلتا چلا گیا۔ آپ 'منہاج' کی مجلس ادارت کے بھی کئی سال رکن رہے۔ ساتھ ساتھ روزانہ اخبارات کے لئے بھی مفید مضامین لکھتے اور ان کے مذاکروں میں بھی شریک ہوتے۔

اس امر کا تذکرہ مناسب ہوگا کہ جناب نوری صاحب اپنی غیر معمولی دینی تڑپ کے باعث ہر موضوع کے بارے میں غور وفکر کرتے رہتے اور جب ان کی آرا کی اشاعت کا کوئی بہانہ ملتا تو اس سے ضرور فائدہ اٹھاتے۔ ایسا کم ہی ہوا کہ انہیں کسی نے لکھنے کو کہا ا ور انہوں نے اس کو بیسیوں بلکہ سینکڑوں صفحات پر مشتمل تحریر نہ دی ہو۔ نوری صاحب بنیادی طور پر مراجع ومصادر کے آدمی تھے اگرچہ نکتہ رسی بھی خوب کرتے لیکن جہاں تک مواد کو بہتر ترتیب دینے یا استدلال کی کڑیاں ملانے کی بات ہے تو یہ کام زیادہ تر اشاعتی اداروں کو کرنا پڑتا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے بیسیوں مقالات زیورِطبع سے آراستہ نہیں ہوسکے اور آج تک مختلف اداروں میں اشاعت کے انتظار میں ہیں۔

جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں کہ حوالہ جات کو جمع کرنے اور دلائل کی نکتہ رسی میں آپ کا کوئی ثانی نہیں تھا۔ اسی بنا پر اکثر بڑے محققین آپ کے پاس آتے رہتے اور آپ سے ایسا مواد لے کر ان کو خود ترتیب دیا کرتے۔ روزنامہ جنگ میں شائع ہونے والے آپ کے مضامین کی زیادہ تر نوعیت ایسی ہے جو درحقیقت سینکڑوں صفحات کا اقتباسات پر مشتمل ہوتے۔

حافظ صلاح الدین یوسف صاحب ان کی وفات پر اپنے تاثرات میں لکھتے ہیں:

© rasailojaraid.com

''نوری صاحب نے دینی محبت میں عربی زبان سیکھی، دین کا انہیں بہت شوق تھا۔عربی کتب کا مطالعہ کرکے مفہوم سمجھ جاتے، اہل مغرب کے دین پر اعتراضات پر انہیں بہت غصہ آتا۔ مجتہد (محقق)قسم کے آدمی تھے۔تصنیفی سلیقے کی کمی تھی، مواد کو محنت کے مطابق مرتب نہیں کرسکتے تھے۔انگریزی لٹریچر پر ان کی خاصی گہری نظر تھی۔عربی کی اُمہات الکتب تو ساری ان کے پاس موجود تھیں جو انہوں نے بڑے شوق اور محنت سے جمع کیں۔آپ بڑی مستحکم قوتِ ایمانی کے مالک تھے۔'' (مجلہ الدعوۃ: اپریل ۲۰۰۴ء ص ۳۷)

انکے اہم مقالات میں سے ایک وہ مقالہ Miracles of Quran (قرآنی معجزات) ہے جو'رابطہ عالم اسلامی' کے منظور کردہ مقالات میں سے واحد مقالہ تھا جو پاکستان سے منتخب ہوا تھا، اسکے علاوہ یحیٰ بن آدم القرشی کی مشہور تصنیف 'کتاب الخراج' پر عربی زبان میں مفید حاشیہ لکھا۔'کتاب الخراج' کے یہ حواشی مجلس التحقیق الاسلامی کے ریسرچ سکالر کی حیثیت سے لکھے گئے اورحرمین شریفین کے نگران ادارہ کی طرف سے علمی حلقوں میں اس کتاب کو تقسیم کیا گیا۔

عقیقہ کے موضوع پر ایک کتابچہ انگریزی زبان میں چھپ چکا ہے۔۱۹۹۵ء میں مکتبہ دارالسلام، لاہور/ریاض نے تفسیر ابن کثیر کا انگریزی ترجمہ کروانے کا سوچا تو سب سے پہلے نوری صاحب سے رابطہ کیا گیا۔جس پر معاہدہ طے پاکر تقریباً تین پارے ہوئے تھے کہ دارالسلام نے یہ معاہدہ ختم کردیا مگر نوری صاحب نے اسی کام کو اپنے طور پر سائنسی تحقیقات کے اضافہ کے ساتھ جاری رکھنے کا فیصلہ کیا اگرچہ خرابی صحت کی بنا پر وہ بھی پایۂ تکمیل کو نہ پہنچ سکا۔زندگی کے آخری دنوں میں سخت بیماری کے باوجود پوری دنیا کے دینی رہنماؤں کے نام ایک کھلا خط بعنوان: " Open Letter to all the members of the great religions & scientists of the world" لکھا جو ان کے ایک دوست کی خصوصی کاوش سے چھپوایا گیا اور تقسیم بھی ہوا۔

علاوہ ازیں ان کے ان گنت علمی مقالات و مضامین کی ایک لمبی فہرست ہے جو مختلف اوقات میں معروف جرائد و رسائل اور اخبارات میں شائع ہوکر چودھویں، پندرھویں صدی میں قرآن وسنت کی حقانیت پر مہر تصدیق ثبت کرتے رہے۔ان مقالات کی فہرست ادارہ

www.KitaboSunnat.com

محدث کے شعبہ رسائل وجرائد کے تحت تیار کر کے اسی شمارے میں شائع کی جارہی ہے۔

آپ کے وسعتِ مطالعہ کے حوالے سے ایک دلچسپ واقعہ کا تذکرہ بھی یہاں مناسب ہوگا۔ سقوطِ ڈھاکہ کے بعد جناب جاوید احمد غامدی صاحب نے ۲۹/جے ماڈل ٹاؤن، لاہور میں 'دائرۃ الفکر' کے نام سے اپنے کام کا آغاز کیا تو نوری صاحب کو بھی اپنی 'تحریکِ اسلامی' میں شمولیت کی دعوت دی۔ ان دنوں غامدی صاحب کی یہ عادت تھی کہ وہ اپنے وسعتِ مطالعہ کا غیر ضروری تذکرہ کیا کرتے اور اپنے علمی کارناموں کو بڑھا چڑھا کر بیان کرتے۔ نوری صاحب ان کی باتیں سنتے تو احساس ہوتا کہ وہ مبالغہ آمیز ہیں۔

چنانچہ حقیقت شناسی کے لیے نوری صاحب گاہے بگاہے بسا اوقات بعض فرضی کتب کے حوالہ سے بھی نئی نئی معلومات کا غامدی صاحب سے تذکرہ کرتے تو غامدی صاحب داد دیتے ہوئے کہتے کہ میں نے بھی ان کتابوں کا مطالعہ کیا ہے۔ نوری صاحب تو جانتے تھے کہ یہ کتب فرضی ہیں، اس کے باوجود ان کے مطالعہ کا اقرار ان کے لئے غامدی صاحب کے مطالعہ کی حقیقت کھولنے کے لئے کافی تھا۔ غامدی صاحب کی شخصیت کا یہ پہلو کھلنے پر نوری صاحب ان سے پیچھے ہٹ گئے اور تحریکِ اسلامی سے اُنہوں نے اپنی راہیں جدا کرلیں۔ اس واقعے کا ذکر وہ اپنی مجلسوں میں کیا کرتے اور راقم الحروف نے خود یہ واقعہ ان سے سنا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں دین کی سچی خدمت کی توفیق عطا فرمائے اور ریا کاری سے محفوظ رکھے۔

قانون سازی کے متعلق اُن کا نقطہ نظر

آپ قرآن وحدیث کو اسلامی دستور قرار دیتے اور مروّجہ ملکی دستور کو ذیلی حیثیت دیا کرتے تھے بلکہ بنیادی طور پر وہ تفصیلی قانونی دفعات کے انداز کو پسند نہ کرتے کہ اصل قانون تو وہ ہے جو کتاب وسنت کی الہامی تعبیر کی صورت موجود ہے۔ اللہ و رسولؐ نے انسانیت کے لئے ہر قسم کا قانون مرتب کر رکھا ہے۔ وہ کہا کرتے تھے کہ قرآن وحدیث سے بہتر کامل واکمل شریعت کی تعبیر ممکن نہیں۔ ہمارے قانونی الفاظ ہمیشہ انسانی حقوق وفرائض کے بارے میں کوتاہیکا شکار رہتے ہیں بھلا کوئی پارلیمنٹ ہو یا حکومت اللہ تعالیٰ کی کلام سے بہتر لا سکتی ہے۔ ہمارا کام تو صرف شریعت کو سمجھنا ہی ہے!!

قائداعظم محمد علی جناحؒ کی حوالہ سے وہ وضاحت پیش کیا کرتے کہ انہوں نے قیام پاکستان کے وقت ہی اس بات کا اعلان کر دیا تھا کہ ہمارے پاس اللہ کا مقرر کیا ہوا آئین موجود ہے لہٰذا کسی پارلیمنٹ یا اسمبلی کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ کوئی قانون بنانے کی جرأت کرے۔ ضرورت صرف اس امر کی ہے کہ اس قانون کو لاگو کیا جائے یعنی اس پر عمل کیا جائے اور خلاف ورزی کرنے والوں کو اس قانون شرعی کے تحت ہی سزائیں دی جائیں۔

جرأتِ اظہار

استاذ محترم جناب ریاض الحسن نوری کھلی کتاب تھے وہ قرآن وسنت کے مطابق اپنا راجح موقف ہر جگہ خوب ڈٹ کر بیان کرتے تھے، خواہ تقریر کا میدان ہو یا تحریری۔ ایک مرتبہ جنگ فورم میں پردے کے موضوع پر ان کا آمنا سامنا عاصمہ جہانگیر سے ہوا تو انہوں نے بھرپور انداز میں بے حجابی کی خرابیاں اور پردے کے فوائد، ثمرات اور فلسفے پر علمی اور سائنسی انداز میں روشنی ڈالی جب کہ عاصمہ جہانگیر جیسی بے باک عورت کا دباؤ اور کسی قسم کی جھجک محسوس نہ کی۔

اسی طرح وہ 'مجلس تحریک کارکنانِ پاکستان' کے زیر اہتمام 'الحمرا ہال' کی ایک کانفرنس میں شریک تھے جس میں مختلف زعما اور سیاستدان اظہارِ خیال کر رہے تھے جن میں سے سندھ کی ایک پارٹی کا ایک نمائندہ رسول بخش پلیجو جب تقریر کرنے مائیک پر پہنچا تو اس نے قائداعظم کے حوالے سے کہا کہ وہ اس ملک کو 'سیکولر سٹیٹ' بنانا چاہتے تھے، جس پر نوری صاحب سے رہا نہ گیا، اُٹھ کھڑے ہوئے اور ببانگ دُہل اس کی تردید کی اور کہا:

> ''تم جھوٹ بول رہے ہو۔ میرے پاس قائداعظم کا حلف نامہ موجود ہے جس میں قرآن کی آیات پر حلف لیا گیا ہے اور ان کے ایسے فرامین بھی موجود ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ وہ اس ملک کو سیکولر نہیں بلکہ ایک اسلامی فلاحی مملکت بنانا چاہتے تھے وگرنہ 'دوقومی نظریہ' کا کوئی جواز نہیں رہتا۔''

عاجزی واِنکساری

میں اپنے مشاہدے کی روشنی میں کہتا ہوں کہ اتنا بڑا عالم اور اتنا منکسر مزاج میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ بہت سادہ طبیعت، سادہ لباس، وضع داری، مہمان نوازی، خوش اخلاقی، خلوص

© rasailojaraid.com

اور اعلیٰ ظرفی اس انسان کی نمایاں خصوصیات تھیں۔ ان کے بارے میں جناب حافظ سعد اللہ سینئر ریسرچ آفیسر دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری و ایڈیٹر سہ ماہی منہاج، لاہور کی زبانی سنیے:

''ان کو نام ونمود کا بالکل اشتیاق نہ تھا، ان کے اخلاص کا قطعاً انکار نہیں کیا جاسکتا۔ لالچ ان کے قریب بھی نہ پھٹکتا تھا۔ 'منہاج' کمیٹی کے ممبر ہونے کے باوجود انہوں نے کبھی اعزازیہ وغیرہ طلب نہیں کیا تھا۔ وہ ہر مضمون بہت محنت اور لگن سے لکھتے تھے اور اس مضمون کا چاروں طرف سے احاطہ کرنے کی جستجو میں لگے رہتے تھے۔''

نہایت سادہ خوراک، سادہ لباس اور عام سا طرزِ زندگی اپنا رکھا تھا۔ اس جدت پسندی کے دور میں بھی کپڑے بغیر استری کے پہن لیتے، کسی پر خواہ مخواہ بوجھ نہیں بنتے تھے۔ فارغ وقت میں قرآن کی تلاوت سنتے۔

قوتِ یادداشت

جہاں اللہ تعالیٰ نے نوری صاحب کو دیگر بے پناہ صلاحیتوں سے نوازا تھا وہاں قوتِ یاد داشت بھی بلا کی عطا کر رکھی تھی اور اس حقیقت کا انکشاف مجھے اس وقت ہوا جب عربی فاضل کے امتحان میں مجھے 'عثمان ابن جنی' کے عنوان پر مقالہ لکھنا پڑا اور میں نے اس سلسلے میں نوری صاحب سے دریافت کیا تو انہوں نے فوراً چند کتب کے نام بمعہ مصنّفین اور ان کے متعلق بنیادی معلومات زبانی فراہم کر دیں حالانکہ عثمان ابن جنی کے نام سے بھی اکثر علما واقف نہیں اسی طرح ان کی قوتِ یاد داشت کی تعریف معروف وکیل ظفر علی راجا صاحب ان الفاظ میں کرتے ہیں:

''کسی مسئلے کے متعلق علما کا موقف تلاش کرنا اور حوالے یاد رکھنا دورِ حاضر میں نوری صاحب پر ختم تھا جب بھی ہمیں کوئی مسئلہ درپیش ہوا اور ہم نے اس کے متعلق مختلف ائمہ کرام کا موقف دیکھنا چاہا تو نوری صاحب سے رابطہ کیا تو وہ بہت سی کتابوں کے نام، مصنفوں کے نام، صفحات نمبر اور مختلف ائمہ وفقہا کے موقف (کہ کون جواز دیتا ہے، کون مکروہ سمجھتا ہے اور کون تحریم کا قائل ہے) زبانی فراہم کر دیتے اور جب ہم وہ حوالے کتب سے دیکھتے تو بالکل یہی کچھ ہوتا جس پر ہم ان کی قوتِ یادداشت پر بہت حیران ہوتے۔''

© rasailojaraid.com

ایک خواہش؛ جس کی ہمیشہ تڑپ رہی!

نوری صاحب کی ہمیشہ سے یہ خواہش اور دعا رہی جو انہوں نے اپنی وفات سے چند دن پہلے اپنے ایک تحقیقی مضمون کے ذریعے ہفت روزہ 'الاعتصام' کو بھیجی۔ ہم اُنہی کے الفاظ میں آپ تک پہنچانے کی سعادت حاصل کررہے ہیں:

''افسوس اس بات کا ہے کہ جو تحقیقات موجودہ زمانے میں ہورہی ہیں، ان میں مسلمانوں کا کوئی قابل ذکر حصہ نہیں ہے۔ اور تو چھوڑیئے، حال ہی میں بحیرۂ مردار سے برآمد شدہ طوماروں اور پلندوںDead Sea Scrolls تک سے مسلمانوں نے کوئی دلچسپی نہیں لی، حالانکہ تاریخی ومذہبی ریکارڈ کے اس دفینہ کی برآمدگی ان کے گھر کا معاملہ تھا۔ تحقیقاتی سرگرمیوں سے مسلمانوں کی یہ بے تعلقی غیر مسلم محققین کو موقع دیتی ہے کہ وہ اپنے لادینی یا مذہبی نقطہ ہائے نظر یا سیاسی اور سامراجی مفاد کے مطابق جس طرح چاہیں کسی دریافت شدہ چیز کی توجیہ کریں اور جن نامطلوب اجزا کو چاہیں، بالکل نظر انداز کرجائیں۔ ذرا سوچیے کہ اب جب کہ غیر مسلم بلکہ بسا اوقات اسلام دشمن اور مذہب دشمن محققین کے اخذ کردہ نتائج بھی قرآن کی صداقت کو واضح کرنے میں معاون ہوتے ہیں، اگر خود مسلمان آگے بڑھ کر سائنسی اور تاریخی تحقیق کے میدانوں میں اُتریں تو وہ زیادہ صحیح علمی نقطہ نظر اور جذبہ ایمانی سے کام لے کر مطالعات و مشاہدات کو 'قرآنی حقائق' کے تابع ثابت کرسکتے ہیں۔ وہ اگر خود براہِ راست ابھی کسی وسیع تحقیقی مہم کا آغاز نہیں کرسکتے تو کم از کم دوسروں کے فراہم کردہ مواد اور معلومات کا جائزہ تو لیں، دوسروں سے مل کر کام کرتے ہوئے اپنا نقطہ نظر استعمال کریں اور ان کی غلطیوں پر گرفت کریں۔

لیکن مشکل یہ بھی تو ہے کہ جہاں موجودہ زمانے کے عام مسلمان، سائنس کو دوسروں کی جاگیر سمجھے ہوئے ہیں، وہاں مسلمان سائنس دانوں کو ذہنی غلامی کا روگ لگا ہوا ہے۔ اور وہ ہر مفروضے، نظریے اور قانون پر بے چون و چرا ایمان لے آتے ہیں جو غیر مسلم دماغوں نے مرتب کرکے ان کے سامنے رکھ دیا ہو۔ بلکہ بسا اوقات وہ ان باطل فلسفوں کے بھی پرجوش وکیل بن جاتے ہیں جو مغرب کی ملحدانہ ذہنیت نے قیاس سے کام لے کر سائنس کی تحقیقات کی اساس پر کھڑے کئے ہیں، اور پھر ان کے حق میں اونچی علمی سطح پر نہایت زبردست

© rasailojaraid.com

پروپیگنڈا کیا ہے۔

یہ کیفیت قرونِ اولیٰ اور قرونِ وسطیٰ کے سائنس دانوں میں بہت ہی کم دیکھی جاتی ہے۔ اس کے لئے ایک سادہ سی مثال سامنے آتی ہے جو ان کی ذہنی آزادی کی دلیل ہے۔ جب عربوں نے جالینوس کے یونانی طریق علاج کو اپنایا تو انہوں نے دواؤں کے یونانی سسٹم سے ٹنکچروں کو بالکل خارج کردیا۔ جڑی بوٹیوں کے ٹنکچروں کی بجائے انہوں نے معجونیں، چٹنیاں، مربے اور شربت وغیرہ تیار کرکے نئی راہیں نکالیں۔ ان میں سے بعض چیزیں زمانہ حال کے جدید ایلوپیتھک فارما کو پیا اور کوڈیکٹس میں موجود ہیں۔ لیکن بیسویں صدی کے مسلمانوں نے مغربی طب کو اپنایا تو ان میں کوئی ادنیٰ ترمیم کرنے کی جرأت موجود نہ تھی۔ انہوں نے عیسائیوں کی طرح متروک ٹنکچروں کو چپ چاپ قبول کرلیا۔ ہمارے ڈاکٹر اور دوا ساز ابھی تک الکوحل تک ترک کرنے کا اقدام نہیں کرسکے، حالانکہ الکوحل کے مقاصد پورے کرنے کے لئے مسلمان اطبا قرنوں پہلے دوسری مؤثر تدبیریں پیش کرچکے ہیں۔'' (الاعتصام: جنوری، فروری ۲۰۰۴ء)

وفات

آخری سالوں میں آپ مختلف عوارض کا شکار رہے۔ بعض دن تو ان پر بہت کڑے گزرے۔ ایک سال سے ان کی صحت قدرے سنبھل چکی تھی، لیکن کمزوری ہنوز باقی تھی۔ انہی دنوں جماعۃ الدعوۃ نے علامہ اقبال ٹاؤن لاہور کی ایک کوٹھی میں منتقل ہونے کی پیش کش کی۔ جسے انہوں نے قبول کرلیا اور اپنی لائبریری سمیت وہاں چلے آئے۔ آخری سال ان کی لائبریری سے زیادہ تر استفادہ مجلہ الدعوۃ سے متعلقہ حضرات کرتے رہے۔ ان کی وفات کے بعد یہی لائبریری جو ان کی متاعِ حیات تھی، مسجد قادسیہ، چوبرجی لاہور میں منتقل کردی گئی۔

جن دِنوں نوری صاحب علامہ اقبال ٹاؤن میں رہائش پذیر تھے تو اکثر اوقات میں اُن کی خدمت میں حاضر ہوتا رہتا اور اُن کے کچھ ضروری کام بھی سرانجام دیتا، مگر ایک بار جب نظر اُن کے کمرے کے دروازے پر پڑی تو اچانک دل جیسے پھٹ سا گیا، قدم وہیں منجمد سے ہوگئے اور کچھ پوچھ پانے کی بھی سکت نہ رہی گویا زبان نے لبوں کا ساتھ چھوڑ دیا ہے۔ کیا دیکھتا ہوں، دروازے پر بڑے مارکر سے اپنی لکھائی میں جلی حروف میں کچھ قرآنی دعائیں:

{إِنَّمَا أَشْكُوْ بَثِّيْ وَحُزْنِيْ إِلَى اللهِ...... } وغیرہ لکھ کر لگا رکھی ہیں!

آخر کیوں...... اتنا بڑا سکالر، اتنی اہم ہستی، کئی مقتدر شخصیتوں اور گھرانوں کا اُستاد، جس کے قیمتی حوالے سینکڑوں پی ایچ ڈی کرنے والوں کو سند دلوا چکے، جس کے قیمتی مواد سے بھرے ہوئے مضامین بے شمار رسائل و جرائد اور اخبارات کی زینت بن چکے اور جس نے اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ یہ بات ثابت کرنے میں کھپا دیا کہ ''سائنس جو کچھ آج بتا رہی ہے اور جو کچھ ابھی وہ بتائے گی، قرآن نے وہ سب کچھ آج سے چودہ سو سال پہلے بتا دیا تھا۔''

مگر آج وہ جس کسمپرسی کی حالت میں پڑا کراہ رہا ہے اور درودیوار کو گواہ بنا رہا ہے وہ صرف قابل رحم ہی نہیں بلکہ ہر علم دوست کے لئے باعثِ ندامت بھی ہے کہ آج وہ بے بسی کے عالم میں زندگی کی آخری گھڑی کا انتظار کر رہا ہے، کیونکہ کچھ مفاد پرست لوگ (صرف اس انتظار میں تھے کہ کب فوت ہوں اور ان کی دس ہزار کتابوں پر قبضہ کر لیا جائے؟)...... خیر وہ وقت بھی آ گیا...... وفات سے تقریباً ایک ہفتہ قبل انہوں نے اپنے بھائی (عین الحسن صاحب) کو اپنی ناسازیٔ طبع (پیٹ کی تکلیف) کی خبر دی تو وہ اُنہیں شیخ زید ہسپتال لے گئے مگر وہاں بھی ڈاکٹروں اور متعلقہ عملے نے ان کے ساتھ جو سلوک کیا، وہ ناقابل بیان ہے۔ آخر وہاں سے اُنہیں واپس گھر لے جایا گیا کہ اس ہسپتال سے تو گھر اچھا تھا مگر صحت بدستور بگڑتی گئی اور آخر کار انہیں فوجی فاؤنڈیشن ہسپتال لے جایا گیا جہاں ڈاکٹروں نے آپریشن جیسا انتہائی مرحلہ تجویز کیا۔ بہر حال آپریشن ہوا، خون کی کمی بڑھ گئی، آکسیجن بھی لگانا پڑی اور کمزوری تو پہلے ہی بہت تھی، ڈاکٹر سمیت بھائیوں کی آخری کوشش تک سب کچھ بے سود رہا۔ آخر کار وہ ۲۰ جنوری ۲۰۰۴ء بروز منگل اپنی تمام ذہنی کوفتوں اور جسمانی تکلیفوں اور آزمائشوں سے نجات پاتے ہوئے اللہ ربّ العٰلمین کے حضور پیش ہوگئے۔ إنا للہ وإنا إلیہ راجعون

وائی بلاک ڈیفنس، لاہور کی جامع مسجد میں اُن کی نمازِ جنازہ ادا کی گئی اور ڈیفنس کے قبرستان میں ہی اُنہیں سپردِ خاک کیا گیا، یوں قرآن اور سائنسی تحقیقات کا ایک درخشندہ ستارہ ہمیشہ کے لئے ڈوب گیا۔ اللہ تعالیٰ اُن پر اپنی کروڑوں رحمتیں اور نازل فرمائے۔ آمین!

ان کے جنازہ کا ایک افسوسناک پہلو یہ ہے کہ ان کے تعلق داروں اور رابطوں پر مشتمل

www.KitaboSunnat.com

ڈائری ان دنوں گم تھی، چنانچہ ان کے جنازہ کی ان کے احباب کو اطلاع نہ دی جاسکی۔ ان کے قریبی دوست حافظ عبد الرحمن مدنی بھی ان دنوں حج کے سفر پر تھے۔ اگرچہ وفات سے اگلے روز اخبارات میں چھوٹی سی خبر شائع ہونے کے بعد مختلف دینی حلقوں نے ان کی رہائش گاہ پر رابطہ کیا تو ان کی وفات کی تصدیق ہوئی۔ چنانچہ اکثر لوگ وفات سے اگلے روز تعزیت کے لئے پہنچے۔ خدامِ علم ودین حضرات کی یہ کسمپرسی کہ ان کے دینی ورثہ کو سنبھالنے والا تو کجا ان کی وفات پر ان کی مغفرت کی دعا کرنے والا کوئی شخص بھی موجود نہ ہو، کتنا بڑا المیہ ہے۔ جس کی ملک وملت کو احساس دلانے کی ضرورت ہے؟

ایک عظیم سکالر کی وفات اور میڈیا کی ستم ظریفی

اسلامی میڈیا جو کسی مسلم ملک کی عمارت کا بنیادی ستون ہوتا ہے، جہاں اُس کا مقصد حکومت کی درست پالیسیوں سے عوام کو آگاہ کرنا منفی پروپیگنڈہ کا توڑ کرنے کے علاوہ عوام کے جذبات کو حکومتی ایوانوں تک پہنچانا بھی ہوتا ہے، وہاں اسلام اور مسلمانوں کی غیرت و حمیت کا خیال رکھنا بھی اسی کی ذمہ داری ہے، مگر نوری صاحب کی وفات پر اس اسلامی میڈیا کا کردار 'ناقابل معافی' ہے۔ آیئے نوری صاحب کے داماد اعجاز صاحب سے سنتے ہیں:

''ہمارے ملک میں اگر کوئی کنجر (ٹی وی وفلمی اداکار) مرجائے اور اس کے تن غلیظ سے یہ مقدس مٹی پاک ہوجائے تو ٹی وی ہو یا اخبار، رسالہ ہو یا کوئی میگزین فحاشی وعریانی کو فروغ دینے والے تمام عناصر حرکت میں آجاتے ہیں۔ کئی کئی ہفتوں تک نہ صرف خبریں چھپتی ہیں بلکہ ان کے کارناموں پر مشتمل رسائل وجرائد مخصوص نمبر روزناموں کے خاص ایڈیشن تک چھپتے جو ان کی شان میں قصیدے پڑھتے اکتاتے نہیں، ان کے فحش اور بے ہودہ کارنامے جب تک زبان زد عام ہو نہیں جاتے الیکٹرک میڈیا خاموش نہیں ہوتا تب بھی وہ سمجھتے ہیں کہ ابھی ''حق تو یہ تھا کہ حق ادا نہ ہوا۔'' مگر اتنے عظیم سکالر کی وفات پر ہمارا ملکی میڈیا بالکل خاموش رہا۔ ٹی وی والے تو خیر! اس قسم کی خبر کو معیاری ہی نہیں سمجھتے البتہ ایک دو اخبارات نے 'فرضِ کفایہ' ادا کرتے ہوئے 'یک کالمی سرخی' وہ بھی کسی کونے میں لگا رکھی تھی۔

اب چونکہ یہ 'خبر غم' مؤثر طریقے سے پھیل نہ سکی، شاید یہی وجہ تھی کہ بہت کم احباب کے

© ircsalafiyyah.com

تعزیتی پیغامات اہل خانہ تک پہنچ سکے۔خصوصاً بیرونِ لاہور تو شاید ہی کسی کو پتہ چلا ہوگا، حالانکہ نوری صاحب مرحوم اپنا ایک وسیع حلقہ احباب رکھتے تھے مگر بہت کم لوگوں نے ان کی رحلت پر تعزیتی پیغامات بھیجے تاہم ان کے اہل خانہ ان تمام حضرات کے شکرگزار ہیں جو ان کے اس عظیم سانحہ میں دُکھ درد میں شریک ہوئے، اللہ سب کو صبر جمیل عطا فرمائے اور نوری صاحب کے درجات بلند فرمائے۔''

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے مشفق استاذ جناب ریاض الحسن نوری صاحبؒ کی مغفرت فرمائے، ان کی لغزشوں سے درگزر فرمائے اور ان کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔آمین!

© rasailojaraid.com